خطبہ استقبالیہ

خان بہادر شیخ محمد جان

تمام کیندا آزاد مسلم ویر

خطبۂ استقبالیہ

از

جناب خان بہادر شیخ محمد جان صاحب

ایم، ایل، سی۔ بنگال

صدر مجلس استقبالیہ تمام ہند آزاد مسلم مؤتمر

منعقدہ

27-28-29ء اپریل 1940ء

خطبہ استقبالیہ

از

جناب خان بہادر شیخ محمد جان صاحب ایم، ایل، سی (بنگال)

صدر مجلس استقبالیہ تمام ہند آزاد مسلم مؤتمر

منعقدہ

۲۷-۲۸-۲۹- اپریل سنہ ۱۹۴۰ء

بمقام دہلی

جس کو مجلس استقبالیہ نے

انصاری پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران اسلام!

اپنی اور مجلس استقبالیہ کی جانب سے میں اُن تمام دوستوں کا پرجوش خیر مقدم کرتا ہوں جو ہندوستان کے مختلف گوشوں سے دور و دراز کا سفر کر کے یہاں جمع ہوئے ہیں اور جن کا مقصد اجتماع یہ ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے سکون و اطمینان اور حزم و احتیاط کے ساتھ اُس بین الاقوامی صورت حالات پر غور کریں جس سے نہایت دور رس نتائج و اثرات برآمد ہونے والے ہیں، بالخصوص مسلمانان ہند کے مختلف نقطہ ہائے نگاہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس امر کا فیصلہ کیا جائے کہ اقوام عالم کی مجلس میں ہندوستان کے لئے ایک باوقار جگہ حاصل کرنے اور ہمارے وطن کی ترقی میں مسلمانان ہند کو واجب حصّہ دلانے کے لئے ہمیں اسوقت کیا عمل کرنا ہے۔

میں آل انڈیا مسلم لیگ کا بحیثیت ایک جماعت کے زبردست حامی رہ چکا ہوں کیونکہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ بہت سے صوبوں اور مرکز میں مسلمانوں کی اقلیت کے باعث اس امر کی ضرورت ہے کہ ان کا ایک مضبوط سیاسی نظام ہو جو عظیم الشان اسلامی کلچر اور دیرینہ اسلامی روایات کے بقا و قیام کا نگراں رہے میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں چاہتا کہ مسلمانوں کا وجود بحیثیت ایک ممتاز ملت کے باقی نہ رہے اور وہ اکثریت والی قوم کے ساتھ مدغم ہو کر اپنی جداگانہ حیثیت کو ضائع کر دیں جو ایک عظیم مذہب کے پیرو ہونے کی صورت میں اُنہیں حاصل ہے

سنہ ۱۹۳۶ء میں جب مسٹر جناح نے بنگال میں آل انڈیا مسلم لیگ کی از سرِ نو
تنظیم کی ہے میں نے بلا پس و پیش، اُن کے ساتھ اشتراک عمل کیا۔ اور تمام
ممکن ذرائع سے بنگال میں مسلم لیگ کی امداد کی اور اس کے موافق زبردست رائے
عامّہ پیدا کرنے کیلئے جو کام کیا گیا۔ اس میں مینے اپنا پورا حصّہ ادا کیا۔ اسی کے
ساتھ ساتھ مسلمانوں کے دوسرے تمام مخلص خیر خواہوں کی طرح ایمانداری کے
ساتھ میرا عقیدہ ہندو مسلم اتحاد پر بھی راسخ ہے۔ اور میں نے اس مقصد کو حاصل
کرنے کیلئے انتہائی دشواریوں کے باوجود حتی الامکان زیادہ سے زیادہ سعی کی ہے
میری رائے یہ ہے کہ اگر ہم ہندؤں کے ساتھ جہاں کہیں وہ اقلیت میں ہیں،
مجالس مقننہ کی چند نشستوں کے متعلق مراعات کردیں بشرطیکہ اس سے ہماری
اکثریت اقلیت میں تبدیل نہ ہو جائے تو اس طریقہ سے ہم اکثریت والی قوم کا
اعتماد اور دوستی حاصل کرسکتے ہیں۔ وہ اہم معاملات جن سے ہمارا خاص مفاد
وابستہ ہے اسی صورت میں لطریق احسن محفوظ رہ سکتے ہیں کہ جہاں کہیں ممکن ہو
ہم ایک دوسرے کے ساتھ مراعات کی اسپرٹ پیدا کریں اور اسے ترقی دیں۔ اگر ہم
ایسی فضا میں کام کریں جو ایک دوسرے کیساتھ دوستانہ مراعات کی اسپرٹ سے
پیدا ہوتی ہے تو ہم ایسے بہت سے مسائل حل کرسکتے ہیں جن کا نتیجہ آج تک
سوائے غیر ضروری تیزی و تندی اور تباہ کن نفرت و مخالفت کے اور کچھ نہیں
نکلا اور جن سے ملک کی ترقی کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں۔ وہ ترقی
جس میں ہمارا حصّہ بھی ہماری ضروریات کے مطابق یقیناً شامل ہے۔ میری خواہش
یہ ہے کہ جداگانہ انتخاب کا طریقہ ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے کیونکہ یہی وہ معیوب
طریقہ ہے جس نے موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے
تعلقات کشیدہ کرادیئے ہیں۔ اس طریقہ سے مسلمانوں نے ماضی میں خواہ کتنا ہی

بڑا فائدہ کیوں نہ حاصل کیا ہو، یہ حقیقت ہے کہ آج اس طریق انتخاب کا مفید پہلو بالکل ختم ہو چکا ہے اور وہ کسی طرح مناسب حال نہیں ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس نے ہمارے بہت سے مخلص رہنماؤں کے اخلاق پست کر دئیے ہیں اور ان میں کم ہمتی پیدا ہو گئی ہے۔ یہ جداگانہ انتخاب ہی کا کرشمہ ہے کہ انتخابات کے وقت اور دوسرے ایسے ہی مواقع پر ہندو اور مسلمان ایکدوسرے کو خوب دل بھر کر گالیاں دیتے ہیں اور جس قدر ایک امیدوار گالیاں زیادہ دیتا ہے اسی قدر اسکو میونسپلیٹیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں، صوبجاتی مجالس مقننہ اور مرکزی مجلس مقننہ کے لئے منتخب ہونے کا موقع زیادہ ملتا ہے۔ خدانخواستہ اگر کسی وقت دونوں قومیں صرف اُن ہی امیدواروں کو منتخب کرانے میں کامیاب ہو جائیں جن کی انتخابی بنیاد باہمی نفرت اور سب وشتم پر قایم ہو تو اُسوقت ہمارے لئے ہر لمحہ خانہ جنگی کا خطرہ یقینی ہو جائے گا اور یہ ایسی صورت حالات ہے جس کا تصور مخلص ہندو اور مخلص مسلمان کسی طرح بھی سکون قلب کے ساتھ نہیں کر سکتے۔

دسمبر ۱۹۳۷ء میں جبکہ مسٹر جناح کلکتہ ہی میں تشریف رکھتے تھے میں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر اُن سے یہ کہا کہ وہ ہر خیال اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کی ایک نمایندہ کانفرنس طلب کریں اور جہاں تک ممکن ہو معقول اور متفقہ مطالبات مسلمانان ہند کی طرف سے مرتب کر کے اُن کی بنیاد پر کانگریس سے سمجھوتہ کی گفت و شنید کریں اور ان مطالبات کو ہندوستان کے آیندہ دستور اساسی میں داخل کرائیں مگر اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ ابھی اس قسم کی کانفرنس کا وقت نہیں آیا ہے اور جب وقت آئے گا تو میں ضرور ایسا ہی کروں گا۔ بدقسمتی سے گذشتہ دو سال کے دوران میں مسٹر جناح نے بہت سے مخلص اور ذمہ دار مسلمانوں کی انتہائی سعی کے باوجود اس کو مناسب خیال نہیں کیا کہ وہ کسی دوسرے مختلف الخیال مسلمان سے خواہ

وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہو کسی قسم کا شورہ کریں یا اسے اپنے اعتماد کا اہل سمجھیں۔ در حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے اُن تمام مخلص مسلم کارکنوں کو جو اُن کے ساتھ متفق الرائے نہیں ہیں قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔ اور نہ اُنہوں نے کبھی اسکی وضاحت کی ہے کہ مسلمانوں کے لئے تصفیہ حقوق کی کون سی تعمیری اسکیم سب سے بہتر ہے اور وہ کون سی ٹھوس شرائط ایسی ہیں جو اُن کو مطمئن کر دیں گی اور جن سے مسلمانوں کے حقوق محفوظ ہو جائیں گے۔ اسلئے ایک طویل و شدید انتظار کے بعد دوسرے خیر خواہان اسلام اور آل انڈیا مسلم جماعتوں نے جن کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کانفرنس طلب کی ہے اور اب آپ حضرات ہی کا یہ کام ہے کہ آپ فیصلے کریں اور بتائیں کہ ملکی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے اور مشترکہ مادر وطن کے باعزت فرزند ہونے کی حیثیت سے زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی پوزیشن کو مضبوط بنانے کی غرض سے مسلمانان ہند کو کیا کرنا چاہیے۔

مجھے مجبوراً یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ گذشتہ تیس سال کے عرصہ میں تعلیمی دائرہ کے اندر بالخصوص ابتدائی اور ثانوی تعلیم میں مسلمانوں نے خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کی ہو مگر یہ حقیقت ہے کہ اقتصادی حیثیت میں ہم نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا ہے اور ہماری قوم کی مالی حالت اُس سطح سے بہت زیادہ پست ہو گئی ہے جس پر ہم ایک نسل پہلے کھڑے ہوئے تھے۔ بہت سی جائدادیں اور وسیع زمینداریاں جو کسی زمانہ میں ہماری مملوکہ تھیں آج ہمارے ہاتھوں سے نکل چکی ہیں۔ ہم ابھی تک اپنے افلاس کے اسباب معلوم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ان اسباب میں سب سے نمایاں سبب میری حقیر رائے میں یہ ہے کہ ہماری معاشرت کا معیار بہت بلند ہے اور ہم بہت زیادہ اسراف میں مبتلا ہیں۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہماری زندگی کا معیار ہندوستان کی اُن دوسری قوموں کے مقابلہ میں بہت زیادہ بلند ہے۔ جو ہم سے زیادہ متمول ہیں

اور جنہیں ملک کی تجارت کا بڑا حصّہ ملا ہوا ہے۔ ہم میں بہت سے ایسے غریب ہیں جو کھدر سے صرف اسلئے نفرت کرتے ہیں کہ کانگریس نے اُسے اختیار کر لیا ہے حالانکہ اُن کی اقتصادی حالت اُنہیں ہرگز اسکی اجازت نہیں دیتی کہ وہ ایک دن کے لئے بھی کھدر کے سوا کوئی کپڑا استعمال کریں۔ بعض مسلم رہنماؤں نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہندوؤں کے خلاف نفرت وحقارت کے شعلے اس طرح بھڑکائے ہیں کہ محض معمولی واقعات کو جو روزانہ کی زندگی میں بہترین ماحول کے اندر بھی پیش آتے رہتے ہیں مبالغہ کے ساتھ خوفناک بنا کر سات صوبوں میں کانگریس کے مظالم کی فرضی داستانیں وضع کر لی ہیں اور انہیں شہرت دے رہے ہیں جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ قوم کی تمام تعمیری سرگرمیوں میں ہمارا حصّہ صفر کی برابر ہے اور ہم سب سے زیادہ نقصان برداشت کر رہے ہیں۔ ذاکر حسین کمیٹی کی تعلیمی اسکیم کو اُن ہی لوگوں نے رد کر دیا ہے جو سب سے زیادہ اس کے ضرورتمند ہیں اور وجہ یہ قرار دی ہے کہ اسمیں مذہبی تعلیم کا بندوبست نہیں ہے حالانکہ اس اسکیم کے اندر عمداً یہ صورت رکھی گئی ہے کہ ہر شخص اپنی مذہبی تعلیم کے لئے خود آزاد رہے اور اس میں حکومت دخل نہ دے۔ ہم "ہندوستانی" کے متعلق نہایت زور شور کی بحثیں سنتے رہے ہیں کیونکہ ہندوستان کے بعض صوبوں میں جہاں اُردو بولی نہیں جاتی، ہندی کے الفاظ کا غلبہ ہے۔ بعض رجحانات مسلّمہ طور پر تکلیف دہ اور پریشان کن ہیں مگر ان کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ آپس میں فساد انگیز جھگڑے شروع کر دئے جائیں۔ ہم نے دیہاتی اصلاح کے کام میں محض اس لئے حصّہ نہیں لیا ہے کہ اس سے کانگریس کا پرسٹیج بڑھے گا۔ جس کا مقابلہ کرنا ہمارا فرض اوّلین ہے۔ مکمل نشہ بندی کی تجویز محدود رقبوں میں بھی ہمیں گوارا نہیں ہے کیونکہ مسلم لیگ کے ایک بہت بڑے لیڈر کے قول کے مطابق یہ تجویز ابھی قبل از وقت ہے اور ملک کے اقتصادی حالات اسکی اجازت نہیں دیتے۔

یہ صحیح ہے کہ بہت سے مسلمان فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل میں کانگریس کی "لیت ولعل" والی پالیسی سے پریشان ہو گئے ہیں اور اس اہم اور مشکل ترین مسئلہ کو پوری توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ ہاتھ نہیں لینے سے کانگریس کے سربرآوردہ رہنماؤں کی پہلو تہی نے بے اطمینانی پیدا کر دی ہے مگر اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ گذشتہ دو سال کے عرصہ میں گاندھی جی اور پنڈت جواہر لال نہرو کی طرف سے ہندو مسلم تعلقات کو خوشگوار بنانے اور دونوں قوموں کو ایک مشترک سطح پر لانے کیلئے سنجیدگی اور اخلاصمندی کے ساتھ مسلسل کوششیں کی گئی ہیں جن کی نظیر پہلے کبھی نہیں ملتی۔ اس مقصد کے لئے ان اصحاب نے مسٹر جناح سے براہ راست خط وکتابت بھی کی ہے اور خود اُن ہی کی شرائط پر اُن سے خود جا کر ملے بھی ہیں۔ اگر مسٹر جناح نے اِن پُرخلوص اقدامات کا جواب صحیح اسپرٹ میں دیا ہوتا تو آج سے بہت قبل ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے دوش بدوش منزل آزادی کی طرف گامزن ہو چکے ہوتے، اور مکمل درجۂ نوآبادیات آج ہم سے بہت قریب تر ہوتا اور اسکی حیثیت محض ایک آرزو کی نہ ہوتی جس کی تکمیل کے لئے مستقبل کا کوئی زمانہ متعین ہی نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا ہم ہندوؤں کے ساتھ اپنے اختلافات کو باعزت طریقہ پر ختم کرنے کیلئے اِس سنہری موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں جبکہ خوش قسمتی سے کانگریس کو ہندوؤں کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہے اور گاندھی جی جو عملاً کانگریس کے ڈکٹیٹر ہیں اس مسئلہ کو ہمیشہ کیلئے حل کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں یا ہم نظر فریب الفاظ اور خالی خولی جملوں کے طلسم میں مبتلا ہو کر نہ صرف اپنے ملک کی ترقی کو روکنا بلکہ خود اپنے آپ کو انتہائی نقصان پہونچانا چاہتے ہیں۔ ہم آیندہ نسلوں کو یہ کہنے کا موقع دینا نہیں چاہتے کہ "اگر ہمارے آباؤ اجداد نے غیر دانشمندی سے کام نہ لیا ہوتا تو آج سے بہت قبل ہندوستان آزاد ہو چکا ہوتا — اور

ہندوستانی مسلمانوں کو آزاد ہندوستان میں باوقار جگہ حاصل ہوتی۔

مجھے یقین کامل ہے کہ مستقبل قریب میں دنیا کے اندر زبردست انقلابات برپا ہونے والے ہیں جن سے ہندوستان بھی ضرور متاثر ہوگا۔ آجکل کا ہندوستان ایک جامد ملک بن کر نہیں رہے گا۔ وہ اپنی محکومیت پر قانع نہیں رہ سکتا۔ کیا مسلمانوں کو آنیوالے انقلاب میں اپنا واجب حصہ نہیں لینا چاہیئے۔؟ کیا اُن کے لئے یہ طرز عمل باعزت ہوگا کہ وہ اسوقت تو کچھ نکریں اور جب دوسرے جنگ لڑکر فتحیاب ہو جائیں تو وہ مال غنیمت میں برابر کا حصہ بٹانیکے لئے مستعد ہوں؟ مجھے اُمید ہے کہ یہ کانفرنس نہ صرف مسلمانان ہند کے جائز حقوق و مطالبات کا تحفظ کرنیکے لئے ایک مشترک فارمولا تلاش کریگی بلکہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا لائحہ عمل بھی تیار کریگی جس کے ماتحت وہ اپنے ملک کو آزاد کرانے کیلئے اپنی عظیم الشان قومی خصوصیات کے لائق قربانیاں پیش کرسکیں۔

میں صرف ایک بات اور کہوں گا اور اس کے بعد ختم کردوں گا۔ ہندوستان کو ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا میں تقسیم کرنے یا جداگانہ ہندو اور مسلم ریاستیں قایم کرنے کی تمام گفتگو نہ صرف نا معقول بلکہ نا قابل عمل بھی ہے کیونکہ ان اسکیموں میں سے کوئی اسکیم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی اور کروڑوں مسلمان اور ہندو دور و دراز کے صوبوں سے ہجرت کرکے ہندو یا مسلم آزاد علاقوں میں نہیں جا سکتے۔ ان تجاویز کو صرف وہی دماغ پیدا کرسکتا ہے جو غصہ کی وجہ سے ماؤف ہو چکا ہو۔

جہاں تک کہ اس اُمید موہوم کا تعلق ہے کہ مسلم اکثریت والے صوبوں کے جداگانہ فیڈرل مسلم حکومت کے ماتحت آجانے سے ہندوستان میں امن و امان قایم ہو جائے گا۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ اسکے برعکس دو فیڈرل حکومتوں کے درمیان جن کی سرحدمل کو صرف نفرت و حقارت

اور مذہبی تعصبات کے جذبات ایکدوسرے سے جدا کریں گے۔ سخت جنگ و جدال کا آغاز ہو جائے گا۔ ہمیں اس حقیقت کو فراموش نکرنا چاہیئے کہ جب وہ اکثریت والے صوبوں میں مسلم لیگ "اسلام" کے نام پر اور "اسلام خطرہ میں ہے" کا نعرہ لگاکر انتھک پروپگنڈہ کرنے کے بعد بھی لیگی حکومتیں قایم نکرسکی تو ان "اسلامی" اور "آزاد" حکومتوں کی حقیقت جنہیں لیگ پیدا کرنا چاہتی ہے سوائے پانی کے خالی بلبلوں کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ میری حقیر رائے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو ہمیشہ ہندوستان میں ساتھ رہنا ہے اور انہیں ایک ایسی نئی تہذیب کے بنانے میں اپنا اپنا بہترین حصہ ادا کرنا ہے جو ترقی کریگی اور پھلے پھولے گی۔ اور شاید ایک دن تمام دنیا کی رہنمائی کرے گی۔

اس سے قبل کہ میں ختم کروں آپ حضرات سے اُن کوتاہیوں کیلئے معافی چاہتا ہوں جو مجلس استقبالیہ کے انتظامات میں آپ کو محسوس ہوئی ہوں اور اس کے لئے میرے پاس صرف ایک ہی عُذر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ انتظامات جس مدت میں کئے گئے ہیں وہ چند یوم سے زائد کی مدت نہیں تھی۔

میں ایک مرتبہ پھر اس شہر میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں جو قدیم عمارات کے اُن شاندار کھنڈروں سے بھرا ہوا ہے جن کا سلسلہ ہمیں زمانہ ہائے ماقبل تاریخ تک لے جاتا ہے۔ اور دوبارہ یہ کہتا ہوں کہ آپ نہایت فیاضی کے ساتھ ہماری کوتاہیوں کو معاف کردیں گے۔

(خان بہادر شیخ) محمد جان
(ایم۔ ایل سی سنگال)